JAHAN E TAHQEEQ
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

اقبال عملی سیاست میں۔۔۔ایک تحقیقی وتاریخی جائزہ

تحریر: سید مبشر حسین شاہ (سکالر)
ارشد علی: لیکچرار مطالعہ پاکستان، ہائر ایجوکیشن کمیشن، خیبر پختون خوا

تلخیص:

شاعر مشرق علامہ اقبال کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ آپ نے آنکھ کھولی تو اس وقت تاج برطانیہ کی حکومت تھی۔ ابتدا میں آپ ہندو، مسلم اتحاد کے داعی تھی، جس کا عکس آپ کی ابتدائی شاعری میں بھی نظر آتا ہے۔ جب آپ اعلی تعلیم حاصل کرنے انگلستان گئے، اس وقت متحدہ قومیت کا اصل چہرہ کھل کر سامنے آگیا۔ کہاجاتا ہے کہ یورپ کی آب وہوا نے آپ کو مسلمان کر دیا۔ اس وقت سے آپ مسلمانان ہند کی موجودہ اور مستقبل کی تکالیف سامنے آئیں۔ پھر آپ کی سوچ میں کافی تبدیل ہوئی۔ ۲۵ برس تک مسلمانان ہند کو خواب غفلت سے جگانے کی کوشش کی۔ آپ نے شاعری اور مضامین اس کا بین ثبوت ہیں۔ پنجاب کے مسلمانوں کی ایماپر بالاخر آپ نے عملی سیاست میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا۔ آپ کے عملی سیاست میں حصہ لینے کی وجہ سے اہل پنجاب کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں کا ازالہ اور سب سے بڑی وجہ سائمن کمیشن (رائل کمیشن) کی آمد تھی۔ انہوں نے سوچا کہ کمیشن کے سامنے مسلمانان ہند کے تمام مسائل رکھے جائیں تاکہ تاج برطانیہ ان مسائل کو بہتر انداز میں سمجھ سکے، اور جہاں ان کے نظام حکومت کی خامیاں ہیں، انہیں دور کرنے کی کوشش کرے۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ مسلمانوں کے تمام مسائل کمیشن کے سامنے رکھے جائیں۔ انہوں نے کامیابی کے بعد سیاست میں آکر سیاست کو نیا رخ دیا۔ ہر بات اپنے ضمیر کے مطابق کی اور اسمبلی میں بحیثیت ممبر ہر مسئلے ک پوری تحقیق کے بعد پیش کیا، اور اس حل کے کی جانب قدم اٹھاتے۔ آپ کی سیاسی زندگی کے مطالعے سے ممبران اسمبلی ان اوصاف کو پیدا کر کے اپنی ساکھ کو عوام میں بہتر کر سکیں۔

تعارف

جولائی ۱۹۲۶ء میں آپ نے ملکی حالات کے جائزہ کے مطابق پنجاب کونسل کے انتخاب میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا۔ میاں عبد العزیز اور ملک حسین آپ کے حق میں دستبردار ہوئے جب کہ ملک محمد دین نے انتخاب میں آپ کے مقابل کھڑے ہوگئے۔ آپ نے فرمایا۔ صبر کا سب سے بڑا وصف یہ ہونا چاہئے کہ ذاتی اور قومی منفعت کی ٹکر کے وقت اپنے شخصی مفاد کو مقاصد قوم پر قربان کر دے"۔ دسمبر ۱۹۲۹ء میں آپ پنجاب کونسل کے رکن اور ۲۰ جنوری ۱۹۲۷ء کو پنجاب مسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری کے طور پر ایک انتخاب ہوا۔ ذمہ داریوں کی بدول عملی سیاست میں آپکا دائرہ کار وسیع ہو گیا۔(۱)

علامہ سر محمد اقبال نے بطور پنجاب کونسل کا میدوار کھڑا ہونے کے لیے۔ ۲ جولائی ۱۹۲۶ء کو مندرجہ ذیل اعلان کیا:

تمام احباب اور اکثر معززین وباشندگان شہر کو ایک مدت سے معلوم ہے کہ میں پنجاب کونسل کے آئندہ انتخابات میں حلقہ لاہور کی طرف بطور امیدوار کھڑا ہونے کا ارادہ کر رہا ہوں لیکن میں اب تک اس کے متعلق باقاعدہ اعلان کرنے سے معترز رہا اس لیے کہ میرے عزیز دوست میاں عبد العزیز صاحب بیرسٹر بار ایٹ لا موجود کونسل میں اس حلقے کی طرف سے نمائندگی فرمارہے ہیں اور میں نہیں چاہتا تھا کہ میرا ارادہ امیدواری میرے کسی دوست کے ارادے سے متصادم ہو اور مسلمانوں پر تفریق و کشمکش کا دروازہ کھلے ہیں یہاں عزیز العزیز صاحب کا بے حد ممنون ہوں کہ وہ حلقہ لاہور کی طرف سے امیدوار بننے کا ارادہ میرے حق میں ترک فرما چکے ہیں اور اس کی نسبت زمیندار میں ان کا اعلان بھی شامل ہو گیا ہے لہذا انہوں نے وعدہ فرمایا ہے کہ مجھے کامیاب بنانے کی پوری کوشش فرمائیں گے۔

"اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں اپنے امیدواری کا باقاعدہ اعلان کر دوں۔ مسلمانوں کو معلوم ہے کہ میں اب تک اس قسم کے مشاغل سے بالکل علیحدہ رہا محض اس لیے کہ دوسرے لوگ یہ کام انجام دے رہے تھے اور میں نے اپنے لیے دوسرا دائرہ کار منتخب کر لیا تھا۔ لیکن اب قوم کی مصیبتیں مجبور کر رہی ہیں کہ میں اپنا حلقہ عمل قدرے وسیع کروں شاید میرا ناچیز وجود اس طرح اس ملت کے لیے زیادہ مفید ہو سکے جس کی خدمت میں میری زندگی کے لیل ونہار گزرے ہیں۔ میرے خیالات و جذبات ہر مسلمان پر روز روشن کی طرح ہیں اور مجھے کامل امید ہے کہ وہ کونسل میں اپنے حقوق کی حفاظت اور اپنے خیالات کی ترجمانی کے لیے میری ذات پر اعتماد کرنے میں ایک لحظ کے لیے بھی مقامل نہ ہوں گے۔ میں اپنے طول وطویل دعاوی کو شاخسانہ توجہ نہیں سمجھتا۔ عمل دلی جذبات کے اظہارات کا بہترین معیار ہے۔ خدا کرے میں اس معیار پر پورا اتر سکوں۔

"آخر میں اپنے عزیز دوست میاں عبد العزیز صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ نیز ان اصحاب کا بھی دل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے میاں عبد العزیز صاحب کے اعلان دست برداری کے بعد بذریعہ "زمیندار" مجھ پر کامل اعتماد کا اظہار فرمایا۔ اللہ تعالیٰ مجھے ان کے اس اعتماد کو حق بجانب کرنے کی توفیق دے۔ آمین"۔(۲)

محمد رفیق افضل، گفتار اقبال، ادارہ تحقیقات پاکستان دانش گاہ پنجاب لاہور، جنوری ۱۹٦٤ئ، ص ١٤، ص ١٥

علاقائی حدود کے طور پر پنجاب برطانیہ سے قدرے بڑا ہے۔ اور اور ۱۹۲۱ کی مردم شماری کے مطابق آبادی ۲۰ ملین سے زیادہ ہے صرف دو شہر ایسے ہیں جن کی آبادی ایک لاکھ سے زیادہ ہے جو لاہور اور امرتسر ہیں۔ کل آبادی کا تقریباً ۹۰ فیصد دیہاتوں میں رہتا ہے اور ٦۰ فیصد آبادی زراعت سے منسلک ہے۔ یہ زمینداروں کا ملک ہے اور چھوٹے جاگیر داروں کی قابل فہم تعداد پر مشتمل ہے۔ مگر بڑے جاگیر داروں کی قسم جو کہ متحدہ (یو۔پی) صوبہ میں اور جہاں کہیں بھی ہندوستان میں ہے نایاب ہے۔(۳)

سائمن کمیشن نے اپنی مرتب کردہ رپورٹ کے حصہ اول جس میں قانون ساز اسمبلی کے منتخب ارکان کے بارے میں یوں بیان کیا ہے۔
قانون ساز اسمبلی کے منتخب اراکین کو صوبوں کی سطح پر بلحاظ نمائندگی دی جاتی ہے۔ برما کے علاوہ تمام صوبوں میں کوئی بھی مسلمان ووٹرز شامل نہیں ہیں جن میں مسلمانوں کے اختلافات کی تشکیل سے مسلمانوں نے علیحدہ نمائندگی کو حاصل کیا ہے۔ مدراس میں ایک نشست، بمبئی ہیں دو، بنگال میں تین، اور متحدہ آسام اور برما میں ایک ایک علیحدہ نمائندہ کونسل ہے۔ پنجاب، بہار اور اڑیسا، یا مرکزی صوبوں سے کوئی الگ الگ نمائندہ نہیں ہے۔ پنجاب کے سکھوں نے دو علیحدہ حلقوں کی تشکیل دی۔ انتخابی حلقوں سے بھرتی ۱۰۵ نشستوں میں سے ٤۸ عام حلقے تھے۔ یہ تعریف کی جائے گی کہ سامراجی ووٹرز کے نظام میں مسلمان اور غیر مسلمان کے متنوع علاقوں کا تسلط شامل ہے، اس کے نتیجے میں قانون ساز اسمبلی کے لئے ایک عام انتخابی حلقے کا اوسط سائز تک پہنچنے کے قابل نہیں ہو سکتا ہے۔ ایسے صوبوں میں سے نو صوبوں میں آنے والے ارکان کی تعداد میں در حقیقت، ہندوستان کے ان حصوں میں جن میں ایک خاص برادری کے اراکین موجود تھے۔ مدراس کے شمالی حصے کے لئے جو کہ ۸۲۹٥۰ مربع میل پر پھیلا ہوا ہے، میں مسلمانوں کی اکثریت تھی۔ "پٹن، چھوٹاناگ پور اور اڑیسا" کے لئے مسلمان رکن کا کہنا ہے کہ ٥۱۹٥۰ مربع میل کے علاقے میں پھیلے جانے والے مسلمانوں کے لئے بات چیت کرنا ہے جو انگلینڈ اور ویلز کے اراکین ہیں۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ جب قانون ساز اسمبلی کے لئے سامراجی ووٹرز موجود ہیں تو کسی حد تک ہم نے اشارہ دیا گیا ہے کہ، 'جنرل' حلقوں میں ایک سے زائد ارکان کی مستعفی ہونے کی صورت میں کوئی نشست خالی تصور نہیں کی جائے گی۔(٤)

اقبال کا انتخابی منشور:

درج ذیل اصول پنجاب خلافت بورڈ کی طرف سے علامہ اقبال کی خدمت میں اکتوبر ۱۹۲٦ء میں پیش کئے گئے۔ جن سے اتفاق کرتے ہوئے آپ نے دستخط ثبت کر دیے۔

١۔ ہمیشہ قومی مفاد کو ذاتی اغراض اور حکومت کی خوشنودی پر ترجیح دینا۔

٢۔ مسلمانوں کے تمام حقوق کی حفاظت کے علاوہ ہندوستان کی مکمل آزادی کا نصب العین پیش نظر رکھنا اور خلافت کمیٹی جب تک اس نصب العین کو سامنے رکھ کر کام کر رہی ہے۔ اس کی مخالفت کونسل کے اندر یا باہر نہ آنا۔

٣۔ عام اسلامی مفاد کی حفاظت کے علاوہ جب تک ہندوستان کے حالات بدل نہ جائیں، اس وقت تک مسلمانوں کے لیے فرقہ وار نیابت کی جدوجہد رکھنا۔

٤۔ کونسل کے اندر ایسی جماعت کی ہم نوائی کرنا جو مندرجہ بالا اصول پر کاربند ہو"(٥)

علامہ محمد اقبال نے جب ۱۹۲٦ء کے انتخابات میں پنجاب کونسل کی رکنیت کی بدولت بطور امیدوار کھڑا ہونے کا اعلان کیا تو لاہور میں ان کی حمایت میں تقریباً ۲۰ جلسوں کا انعقاد ہوا جن میں اکابرین لاہور اور مختلف انجمنوں نے استدعا کی کہ علامہ صاحب کو بلا مقابلہ منتخب کیا جائے۔ عبد العزیز بار ایٹ لاء اور چوہدری محمد حسین ان کے حق میں دستبردار ہو گئے لیکن ملک محمد دین نے ان کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا۔

۱۱ اکتوبر کو ایک جلسہ سے خطاب کے دوران فرمایا۔

"میں انگریزی، اردو، فارسی میں ہر رنگ نثر میں اپنے خیالات کا اظہار کر سکتا تھا لیکن یہ ایک مانی ہوئی بات ہے کہ طبائع نثر کی نسبت شعر سے زیادہ متاثر ہوتی ہیں۔ لہٰذا میں نے مسلمانوں کو صحیح مفہوم سے آشا کرنے، اسلاف کے نقش قدم پر چلانے اور نا امیدی، بزدلی اور کم ہمتی سے باز رکھنے کے لیے نظم کا ذریعہ استعمال کیا۔ میں نے پچیس سال تک اپنے بھائیوں کی مقدور بھر ذہنی خدمت کی اب میں ان کی بطرز خاص عملی خدمت کے لیے اپنے آپ کو پیش کر رہا ہوں۔

JAHAN E TAHQEEQ
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

"اسلامیانِ ہند پر عجیب دور گزر رہا ہے۔ ۱۹۲۹ء میں ایک شاہی مجلس تحقیقات اصلاحات جسے "رائل کمیشن" کہتے ہیں یہ تحقیق کرے گی کہ آیا ہندوستان مزید اطاعت و اصلاحات کا مستحق ہے یا نہیں ضرورت ہے کہ مسلمان بھی اس باب میں پوری توجہ سے کام لیں اور اپنے حقوق کا تحفظ کریں۔ صبر کا سب سے بڑا وصف یہ ہونا چاہئے کہ ذاتی اور قومی مفاد کی ٹکر کے وقت اپنے شخصی مفاد کو مقاصد پر قربان کر دے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں کبھی بھی اپنے مفاد کو قوم کے معالج کے مقابلے میں نہیں دوں گا اور رب العزت سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے اس امر کی توفیق بخشے کہ میں آپ کی خدمت کر سکوں۔ میں اغراض ملی کے مقابلے میں ذاتی خواہشوں پر مر مٹنے کو موت سے بدتر خیال کرتا ہوں"۔(۶)

۱۵ اکتوبر کو ایک جلسہ ملک محمد حسین کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ڈاکٹر سیف الدین کچلو نے علامہ اقبال کی حمایت میں پر زور تقریر کی جلسہ کے اختتام پر علامہ اقبال نے معززین، رضاکاران اور حاضرین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا۔

"میں جناب حاجی شمس الدین صاحب (بیرونی دہلی دروازہ) کا بالخصوص شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے قبولیت حق میں سبقت فرمائی۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ صبح ایک وفد جناب حضرت مہر صوبہ صاحب کی سرکردگی میں میرے پاس پہنچا کہ مجھ کو ملک محمد دین صاحب کے حق میں دستبردار ہونا چاہیے۔ میں نے اس وفد کے سامنے اسلامیت کا اصول پیش کیا کہ مسلمانوں کا نائب وہی ہو سکتا ہے جس پر مسلمانوں کا اجتماع ہو جائے۔ بڑی خوشی کی بات ہے کہ حاجی شمس الدین صاحب نے اس اصول حق کو سب سے پہلے قبول کیا۔ آپ باوجود ضعیف العمری کے ہمراہ جلوس رہے۔ اب ہم کو پھر ابراہی کام کرنا ہے اور ذات پات کے بت کو پاش پاش کرنا ہے۔ میں نوجوانوں کے سامنے عنقریب ایک سوشل پروگرام پیش کرنے والا ہوں"(۷)

۱۶ نومبر کو علامہ اقبال نے ایک تقریر میں فرمایا:

"مسلمانوں کی زندگی کا راز اتحاد میں مضمر ہے۔ میں نے برسوں مطالعہ کیا، راتیں غور و فکر میں گزار دیں تاکہ وہ حقیقت معلوم کروں جس پر کاربند ہو کر عرب حضور سرور کائنات ﷺ کی صحبت میں بیس سال کے اندر دنیا کے امام بن گئے۔ وہ حقیقت اتحاد و اتفاق میں ہے۔ جو ہر شخص کے لبوں پر ہر وقت جاری رہتا ہے کاش ہر مسلمان کے دل میں بیٹھ جائے کہ نسل اور اعتقادی اختلافات میں تنگ نظری اور تعصب نے مسلمانوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ اختلافات رائے کی ایک طبعی عمر ہے اس لیے کہ طبائع مختلف ہوتی ہیں۔ ہر شخص کی نظر مختلف ہے اسلوب فکر مختلف ہوتی ہے لیکن اس اختلاف کو اس طرح پر کھنا چاہئے جس طرح کہ ہمارے آباؤ اجداد نے اسے رکھا۔ اس صورت میں اختلاف رحمت ہے۔ جب لوگوں میں تنگ نظری پنپ جاتی ہے تو یہ زحمت بن جاتا ہے۔ مسلمانو! میں تمہیں کہتا ہوں کہ اگر زندہ رہنا چاہتے ہو تو متحد ہو جاؤ، اختلاف بھی کرو تو اپنے آباء کی طرح۔ تنگ نظری چھوڑ دو۔ میں کہتا ہوں تنگ نظری میں کہتا ہوں تنگ نظری چھوڑنے سے سب اختلافات مٹ سکتے ہیں۔

"مسلمانانِ ہند کے لیے دوسری ضروری چیز یہ ہے کہ وہ ہندوستان کی سیاسیات کے ساتھ گہری وابستگی پیدا کریں۔ جو لوگ خود اخبار نہیں پڑھ سکتے ہوں وہ دوسروں سے سنیں اس وقت جو قوتیں دنیا میں کارفرما ہیں ان میں سے اکثر اسلام کے خلاف کام کر رہی ہیں لیکن لنظھرہ علی الدین کے دعویٰ پر میرا ایمان ہے کہ انجام کار اسلام کی قوتیں کامیاب اور فائز ہوں گی۔

"میں کہتا ہوں کہ مخالف کو بھی نرمی سے سمجھاؤ، قلب کی فطرت ہی ایسی ہے کہ وہ محبت سے رام ہو سکتا ہے۔ مخالفت اور عداوت سے رام نہیں ہو سکتا"(۸)

یہ بات مسلمہ ہے کہ پنجاب کی سیاست ذات، برادری اور قومیت کے ارد گرد گھومتی ہے۔ لاہور پر اس کا بہت زیادہ اثر پڑا۔ ماضی میں جب تاج برطانیہ نے ابتدا میں محدود جمہوریت کے سفر کا آغاز کیا تو یہاں کی برادریوں نے اپنی ذاتی مفادات کو ترجیح دیتے ہوئے اپنے امیدواروں یعنی اپنی برادریوں کی حمایت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس سلسلے میں تمام نظریاتی اور اخلاقی اقدار کو پس پشت ڈال دیا۔ جب سر محمد شفیع نے شفیع لیگ بنائی تو لاہور کی اکثریت ارائیں برادری نے محض ارائیں ہونے کی وجہ سے جناح لیگ کے مقابلے میں شفیع لیگ کی حمایت کی۔ سر شفیع کو اپنی ارائیں برادری میں بڑا اثر و رسوخ حاصل تھا۔(۹)

۱۹۲۷ کے انتخابات میں لاہور کی مسلم نشست سے علامہ اقبال امیدوار تھے۔ یہ ایک ایسی نشست تھی جس پر یا تو کشمیری یا ارائیں منتخب ہو سکتا تھا۔ علامہ کے مقابلے میں کوئی غیر معروف ارائیں ملک دین جو پیشہ کے لحاظ سے بیرسٹر تھے، کھڑا کیا گیا۔ ماسوائے ایک یا دو ارائیں خاندانوں کے، تمام پڑھے لکھے ارائیوں نے ملک محمد دین کے حق میں ووٹ دیا۔ کچھ حضرات کا کہنا ہے کہ اس میں سر فضل حسین کا بھی ہاتھ تھا۔ کیوں کہ ملک دین ارائیں ہونے کے ساتھ ساتھ زراعت کے پیشے سے بھی منسلک

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

تھے۔ بہر حال اقبال نے انتخابات میں کام یابی حاصل کی۔ تاہم آسانی سے نہیں جیتے تھے۔ تمام دانش ور طبقے اقبال سے محبت کرتے تھے۔ انہوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر اقبال کو کام یاب کیا۔ اس بات کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا یہ کام یابی اقبال کو کشمیری ہونے کی بنیاد پر ملی تھی نہ کہ شاعر مشرق ہونے کی وجہ سے۔(۱۰)

پنجاب میں مسلم لیگ، شفیع لیگ اور اقبال کی شمولیت

یہ بات قابل ذکر ہے کہ قیام لیگ سے پہلے ہی پنجاب میں بعض مسلم رہنما، لاہور میں ایک سیاسی جماعت کی بنیاد رکھ چکے تھے اس کا نام بھی "مسلم لیگ" تھا۔ شیخ عمر بخش پلیڈر اس کے صدر، جب کہ فضل حسین سیکرٹری تھے۔ ڈھاکہ میں آل انڈیا مسلم لیگ کے قیام کے اعلان کے بعد میاں محمد شفیع نے نواب وقار الملک کے ساتھ خط و کتابت کے ذریعے رابطہ کیا اور ان کی منظوری حاصل کرنے کے بعد مرکزی لیگ کی صوبائی شاخ لاہور میں نومبر ۱۹۰۷ میں قائم کی گئی۔ اس اجلاس کے اندر پنجاب کے تمام اضلاع کے قابل ذکر رہنما شریک ہوئے۔ میاں شہاب الدین کو پارٹی کا صدر جب کہ میاں محمد شفیع کو سیکرٹری کے طور پر منتخب کیا گیا۔ کچھ عرصہ تک پنجاب کی نئی اور پرانی دونوں لیگوں میں رقابت اور دوری چلتی رہی بالآخر مرکزی لیگ کی نئی صوبائی تنظیم کو ہی پنجاب کے مسلمانوں کے نمائندہ جماعت کے طور پر تسلیم کرلیا گیا۔ (۱۱)

اقبال انگلستان سے واپسی کے بعد ڈیڑھ سال تک پروفیسر کی حیثیت سے بھی کام کرتے رہے اور بیرسٹر کی حیثیت سے بھی کام کرتے رہے۔ اس کے بعد انہوں نے پروفیسری کو چھوڑ کر صرف بیرسٹری کا پیشہ اختیار کرلیا۔ اُس زمانے میں بھی وہ عملی سیاست سے بالکل بے تعلق نہیں تھے۔ بلکہ اُن کا جو تعلق لندن میں مسلم لیگ سے پیدا ہوا تھا وہ بدستور باقی تھا۔ اس بات کو اُن کے ایک پرانے دوست مرزا جلال الدین بیرسٹر یوں تحریر کرتے ہیں۔

"تعلیم سے فارغ ہو کر جب وہ وطن واپس آئے تو صوبائی مسلم لیگ کا قیام عمل میں آچکا تھا۔ اس لیگ کے صدر مولوی شاہ دین مرحوم تھے سر محمد شفیع سیکرٹری تھے اور میں اسسٹنٹ سیکرٹری، اقبال آئے تو قدرتی طور پر لیگ کی جاذبیت نے انہیں اپنی طرف متوجہ کیا اور وہ بھی ہمارے ساتھ اس میں شریک ہوگئے۔"

لیگ میں ان کی یہ شرکت اس سیاسی عقیدہ کی بناء پر تھی کہ

"مسلمان کسی دوسری سیاسی جماعت میں مدغم ہو کر اپنی ملی حیثیت کو کھودینے کی بجائے اپنی سیاسی تنظیم کے لیے خود کوشش کریں"(۱۲)

۸ نومبر ۱۹۲۷ء کو حکومت برطانیہ نے سر جان سائمن کی صدارت میں ایک کمیشن (سائمن کمیشن) کا اعلان کیا۔ اس کمیشن میں کسی ہندوستانی کو شامل نہیں کیا گیا تھا۔ اسی وجہ سے ہندوستان کے تمام قابل ذکر سیاسی جماعتوں نے اس کمیشن کے بائیکاٹ کا فیصلہ کیا(۱۲)

اس موقع پر پنجاب مسلم لیگ صرف واحد جماعت تھی جس نے کمیشن کے ساتھ تعاون کا اعلان کیا۔ علامہ اقبال اس کے سیکرٹری تھے، اسی وجہ سے وہ کمیشن سے تعاون کے حق میں تھے۔ دوسری جانب قائداعظم محمد علی جناح کسی صورت بھی تعاون کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ دونوں زعما کے درمیان سائمن کمیشن اختلاف کی وجہ بنا(۱۳)

غیر منقسم ہندوستان کی تقسیم:

حکومت برطانیہ نے اگرچہ ابتداء میں ایماندارانہ طریقے سے تجارت کو فروغ دیا بعد ازاں وہ انسانیت کی حدود سے نکل کر درندے بن بیٹھے اور کچھ نہیں کرنا چاہئے تھا وہ بھی کر گزرے۔ یہاں تک کہ اس کی ہوس دولت اور حرص ملک گیری نے اسے بادشاہت تک پہنچا دیا اور ۱۷۵۷ء میں انہوں نے بدعہدیوں اور بے وفائیوں کی شرمناک صورت میں جنگ پلاسی شروع کردی اور غداروں کی وجہ سے کامیابی حاصل کرلی۔ جس کی وجہ سے لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہوگیا چاروں طرف ظلم و ستم شروع ہوگیا دولت سمیٹنے اور مظالم کا شکار کرنے میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں تھی ہر چیز پر اپنا قبضہ جمالیا گیا اور ہر طریقے سے ہندوستانی خوشحالی کو ختم کردیا گیا۔ دولت کے دریا انگلستان کو جانے لگے اور افلاس اور ہلاک کرنے والی آندھیاں ہندوستانیوں پر چاروں طرف سے آنی شروع ہوگئیں۔

بروکس (Mr. Brooks) اسی زمانے کے بارے میں کہتا ہے۔

"یہ مالامال خزانے کروڑوں آدمیوں کی صدیوں کی کمائی انگریزوں نے ہتھیا کر لندن کی طرف بھیج دی۔ جس طرح رومن نے یونان اور پونٹس کے خزانے اٹلی بھیج دیئے تھے۔ ہندوستانی خزانے کتنے قیمتی تھے۔ کوئی انسان بھی اس کا اندازہ نہیں کرسکتا۔ لیکن وہ کروڑوں اشرفیاں ہوں گی۔ اتنی دولت اس وقت کی مجموعی یورپین دولت سے بہت زیادہ تھی"۔(۱٤)

سر جان شور (Sir John Shore) کہتا ہے۔

"لیکن ہندوستان کا عہد زریں گزر چکا ہے جو دولت کبھی اس کے پاس تھی اس کا جزو اعظم ملک کے باہر کھینچ کر بھیج دیا گیا ہے اس کے قوائے عمل اس بد عملی کے ناپاک نظام نے معطل کر دیئے ہیں جس نے لاکھوں نفوس کی منفعت کو چند افراد کے فائدہ کی خاطر قربان کر دیا"۔(۱۵)

سائمن کمیشن (رائل کمیشن) نے اپنی مرتب کردہ رپورٹ کے حصہ اول جس میں ہندوستان کے سیاسی، سماجی، معاشی اور معاشرتی مسائل کو اجاگر کیا گیا ہے لکھا ہے کہ غیر منقسم ہندوستان کو علاقائی اور سیاسی اعتبار سے تین حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ یہ تقسیم تاج برطانیہ نے خصوصی تعاون، تعاون اور عدم تعاون کی بنیاد پر کی گئی تھی۔ یعنی تاج برطانیہ نے ان صوبوں کو گورنر کے صوبے کا درجہ دیا جو کہ تاج برطانیہ سے تعاون کرتے تھے۔ جو کہ مندرجہ ذیل تھے۔

(۱) پنجاب، (۲) بہار، (۳) اڑیسہ، (٤) آسلے، (۵) برما (٦) وسطی صوبہ برید اور یہ گورنری صوبے کہلاتے تھے۔

ان میں سے چار صوبے ایسے تھے جو تاج برطانیہ کے ساتھ خصوصی تعاون کرتے تھے اس بنا پر تاج برطانیہ نے انہیں پریزڈینسی خاص کے صوبہ جات کا درجہ دیا ہوا تھا۔ جو کہ مندرجہ ذیل تھے۔

(۱) مدراس، (۲) سندھ اور (۳) بنگال

ایسے صوبہ جات جو تاج برطانیہ سے عدم تعاون کرتے تھے انہیں تاج برطانیہ نے گورنر کے صوبوں سے نیچے کا درجہ یعنی کمشنری صوبوں کا درجہ دیا ہوا تھا۔ جو کہ مندرجہ ذیل تھے۔

(۱) شمال مغربی سرحدی صوبہ (موجودہ خیبر پختونخواہ)، (۲) بلوچستان، (۳) دہلی، (٤) اجمیر، (۵) کورک اور (۵) اندرامن نکوبار کے جزیرے شامل تھے۔

تاج برطانیہ اسی فارمولے کے تحت اپنی اصلاحات کرتی تھیں۔ سائمن کمیشن رپورٹ کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تاج برطانیہ کے ساتھ بہت زیادہ تعاون کرنے والے صوبوں میں یعنی پریزیڈنسی خاص کے صوبوں کی جغرافیائی، معاشی، معاشرتی اور سیاسی حیثیت سب سے نمایاں نظر آتی ہے۔ اسی طرح گورنری صوبوں کی جغرافیائی معاشی، معاشرتی، سیاسی حیثیت پریزیڈنسی خاص کے صوبوں سے مختلف نظر آتی ہے۔ اور اسی طرح کمشنری صوبوں کی جغرافیائی معاشی، معاشرتی، اور سیاسی حیثیت گورنر صوبوں سے مختلف نظر آتی ہے۔(١٦)

پنجاب

پنجاب کو تاج برطانیہ نے سب سے آخر میں فتح کیا تھا اس لئے انہوں نے باقی صوبوں میں اپنے سابقہ تجربات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جہاں پر "پدرانہ "حکمت عملی کا رویہ اختیار کیا جس کی بناء پر پنجاب نے ان کے سب سے زیادہ وفادار ہونے کا ثبوت دیا یہاں کی آبادکاری میں "بندوبست "بڑا مؤثر ہتھیار تھا۔ اس کے علاوہ برطانوی حکمرانوں کو "مائی باپ "عزت واحترام کے طور پر پیش کیا جاتا تھا۔(١٧)

پنجاب ۵ دوآبوں پر مشتمل ہے

۱۔ بست جالندھر دوآب (دریائے بیا ستلج)

۲۔ باری دوآب (دریائے بیاس راوی)

۳۔ رچنا دوآب (دریائے راوی چناب)

٤۔ چج دوآب (دریائے چناب جہلم)

۵۔ سندھ ساگر دوآب (دریائے جہلم اور سندھ کے درمیان کا علاقہ)(١٨)

سائمن کمیشن رپورٹ میں پنجاب

سائمن کمیشن نے اپنی مرتب کردہ رپورٹ کے حصہ اول جس میں ہندوستان کے سیاسی، سماجی، معاشی اور معاشرتی مسائل کو اجاگر کیا گیا ہے لکھا ہے کہ غیر منقسم ہندوستان کو علاقائی اور سیاسی اعتبار سے تین حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ یہ تقسیم تاج برطانیہ نے خصوصی تعاون، تعاون اور عدم تعاون کی بنیاد پر کی گئی تھی۔ یعنی تاج برطانیہ نے ان صوبوں کو گورنر کے صوبے کا درجہ دیا جو کہ تاج برطانیہ سے تعاون کرتے تھے۔ پنجاب نے تاج برطانیہ کے ساتھ تعاون کر کے گورنر کے صوبے کا درجہ

حاصل کیا ہوا تھا۔ پنجاب ہندوستان کا آخری گورنر صوبہ تھا جو تاج برطانیہ کے مکمل کنٹرول میں رہا۔ اس وقت جب لارڈ کرزن نے ۱۹۰۱ء میں اس کی علیحدگی کا فیصلہ نہیں کیا۔ شمال مغربی قبائل ہمیشہ ہندوستان پر پوری قوت کے ساتھ حملے کرتے تھے۔ سو سال پہلے، افغانوں نے نہ صرف پشاور پر اپنا تسلط قائم کیا بلکہ اس سے قبل وہ سندھ کے راستے سے ملتان میں داخل ہوئے۔ صرف رنجیت سنگھ نے ہی سکھ کنفڈریشن کی بڑھتی ہوئی طاقت کے ذریعے انہیں صوبوں کے مغربی علاقوں سے نکال دیا۔(۱۸) سائمن کمیشن رپورٹ کے مطابق ہندوستان کے بڑے شمال مغربی میدان اس صوبے کا حصہ ہیں جن سے بالائی سندھ کے معاون دریا دجلہ ستلج، بیاس، راوی، چناب، جہلم ہیں۔ ان پانچ دریاؤں کی وجہ سے اس کو پنجاب کہا جاتا ہے۔ یہ ہمالیہ سے جنوب میں واقع ہے۔ جو کہ شمال میں راجپوتانا کے صحرا الملک اور مغرب کے مشرق تک اپر گنگس وادی ہے۔(۱۹)

نہری نظام متعارف کرانے کے بعد تاج برطانیہ نے یہاں پر نہری نظام کو متعارف کرایا جس کی بدولت قابل کاشت رقبے میں اضافہ ہو گیا اور ۱۹۰۰ء تک ان نہروں سے تقریباً ۵۰ لاکھ ایکڑ اراضی سیراب ہو گئی تھی نیز ذرائع مواصلات کی بدولت منڈیوں تک رسائی ممکن ہو گئی تھی۔ برآمدات میں زرعی پیداوار کی مانگ بڑھنے سے زرعی اراضی کی اہمیت بڑھ گئی جس کی بدولت سرمایہ داروں، بنک کاروں اور ساہوکاروں نے سرمایہ کاری شروع کر دی اور انہوں نے چھوٹے زمینداروں اور مزاروں کو قرضے کے چنگل میں پھنسا کر ان سے زمینیں لینی شروع کر دیں۔ اس مقصد کے لیے حکومت برطانیہ نے ایلی نیشن لینڈ ایکٹ ۱۹۰۰ء منظور کیا جس کے تحت غیر زرعی طبقات کو یعنی جو طبقات زراعت سے تعلق نہیں رکھتے تھے اراضی کا انتقال ممنوع قرار دیا۔ اس ایکٹ کی قومیتی کے علاوہ نسلی (Racial) جہت بھی تھی اور پنجاب حکومت کو یہ اختیار دیا گیا تھا کہ وہ جسے چاہے زرعی طبقے میں شمار کرے اور جسے چاہے غیر زرعی طبقہ میں شمار کرے۔ چنانچہ کئی کاشتکاروں کو زرعی طبقات سے نکال دیا گیا مثلاً امرتسر اور گورداسپور کے اضلاع میں جاٹ، راجپوت، ارائیں، گجر، ڈوگرے، مغل، پٹھان اور سید ابتدا میں ان کا شمار زرعی طبقات میں کیا گیا بعد ازاں ان دونوں اضلاع میں کچھ کو غیر زرعی قرار دیا گیا۔ ساہنی گورداسپور میں زرعی لیکن امرتسر میں غیر زرعی تھے۔ کنبو امرت سر میں زرعی لیکن گورداسپور میں غیر زرعی قرار دیئے گئے اور براہمنوں، سکے زیئوں، کمہاروں، ہندوستانی عیسائیوں، سکھوں اور شودروں کو بھی زرعی ضمرے میں شامل کیا گیا تھا۔(۲۰)

پنجاب کے قدیم غیر آبادی اور جنگلی علاقے "بار" کہلاتے ہیں۔ "بار" عمومی طور پر زمین سے بلند باوصف بارانی علاقہ شمار ہوتا ہے۔ مگر نہروں کی کھدائی کی بدولت یہاں کی صورتحال بدل گئی ہے۔ پنجاب میں ساندل بار، گنجی بار، کرانا بار، گوندل بار اور نیلی بار کے علاقے مشہور ہیں۔ باری دوآب کے بالائی شمال میں گورداسپور، امرتسر، فیروز پور، لاہور اور قصور کا کچھ علاقہ "ماجھا" کہلاتا ہے۔ اس خطہ کے لوگ اپنی بہادری، صحت، فوجی خدمات اور ثقافتی حوالوں کی بدولت بہت مشہور ہیں۔ پنجاب کے شمالی حصے میں پوٹھوار کی سطح مرتفع واقع ہے جسے دنیا کی قدیم ترین تہذیب ہونے کا شرف حاصل ہے۔ دوآبہ سندھ ساگر میں تھل اور بہاولپور ڈویژن میں چولستان کے ریتلے اور صحرائی علاقے ہیں۔(۲۱)

سائمن کمیشن رپورٹ کے مطابق شمالی پہاڑی کے نچلے حصے کی آب و ہوا بہت اچھی ہے اور زیادہ گنجان آباد ہے، لیکن سوائے جنوبی صحرا کے علاوہ صوبے کے قدرتی حالات خراب ہیں۔ مذکورہ بڑے دریاؤں کے درمیان راستے ہیں اگر اُن راستوں کو چھوڑ دیا جائے تو زمین جھاڑیوں سے گھری ہوئی ملے گی اور اس میں کوچیوں (نوماڈ) کی رسد کے لئے ناممکن ہو گا۔ لیکن عظیم انجینئرز کی کامیاب کوششوں نے یہ سب تبدیل کر دیا ہے دریاؤں کا اضافی پانی جو ہمالیہ کی برف سے ڈھکا ہوا ہے، نہروں کے ایک حیرت انگیز نظام میں تبدیل کر دیا گیا ہے اور اب بڑے پیمانے پر پہاڑی زمین کی آبپاشی ہوتی ہے جو پہلے بنجر تھی۔ "کینال کالونیاں" اس طرح پیدا ہوتی ہیں، جس کے نتیجے میں اضلاع کو باقی علاقوں پر فوقیت حاصل ہے۔ اس کے علاوہ دیہی آبادیاں شہروں کی بجائے کالونیوں کی طرف رخ کرتی ہیں۔ آبپاشی کے نظام نے صوبہ پنجاب کی معیشت پر مثبت اثرات مرتب کیے جس کی معیشت بہتر نہیں تھی۔ اب ہندوستان کا سب سے زیادہ خوشحال اور ترقی یافتہ صوبہ ہے۔(۲۲)

سائمن کمیشن رپورٹ میں حق رائے دہی (فرنچائز)

سائمن کمیشن نے اپنی مرتب کردہ رپورٹ کے حصہ اول میں حق رائے دہی کے بارے میں بیان کیا ہے۔

مونٹیگو چیمسفورڈ رپورٹ نے ایک سے زائد صفحات میں اس ارادہ کا ظاہر کیا کہ قانونی ساز اداروں کے لئے حق انتخاب وسیع ہونا چاہئے۔ حق انتخاب کی کمیٹی نے ان افراد کی تعداد کو جانا تھا۔ جو ملک کے مختلف حصوں سے تعلق رکھنے والے شہریوں کے فرائض کے ساتھ معقول طور پر جڑ سکتا ہے۔ اور حق انتخاب کی حدود کو عملی مشکلات کے حوالے سے متعارف کرایا جاسکتا ہے۔ آمدنی کے طریقہ کار جس کو ضروری طور پر لایا جاسکتا ہے اور اہمیت دی جاسکتی ہے اس کے باوجود یہ صرف بالغ مردوں کی آبادی کا ۱۰/۱ حق انتخاب کرنا ممکن تھا۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

ووٹ کے لئے حق میں عام اہلیت، ووٹر کی رہائش گاہ ہے زمین کی آمدنی میں چھوٹی سے رقم یا مقامی شرح، شہری علاقوں ہیں میونسپل کی شرح اور تمام آمدنی کے اداروں ریٹائرڈ، پنشنرز یا فارغ التحصیل ہونے والے افسران اور باقاعدہ افواج میں شامل افراد کو حق انتخاب میں شامل کیا جاسکتا تھا۔ یہاں تک کہ، ووٹرز کا ایک بڑا تناسب غیر معمولی ہے، خصوصی آلات کو اس انتخاب میں میں اپنی پسند کا اظہار کرنے کے لئے منظور کیا جاتا تھا۔ جیسے، مثلاً پینٹ علامات کو اپنانے، شیر، چھتری امیدواروں کی نشاندہی کرنے کے لئے، یا بیلٹ کے کاغذات وصول کرنے کے لئے مختلف رنگوں کے بکسوں کا انتخابی قواعد نے خواتین کی تکلیف کو مد نظر رکھ کے قائم نہیں کیا، لیکن انہوں نے قانون سازی کونسل خود کو جنسی رکاوٹ کو دور کرنے کے لئے بااختیار بنایا اور ہر صوبے میں بلالحاظ عورتوں کی تعداد کے لئے کیا گیا ہے۔ تاہم عورتوں کے اپنے حقوق میں حق انتخاب کے لئے بہت کم ہے۔ مثلاً مدراس پریڈنسی میں تقریباً ایک لاکھ سولہ ہزار (١١٦٠٠٠) خواتین ووٹر ہیں، ممبئی میں انتالیس ہزار (٣٩٠٠٠)، بنگال میں سینتیس ہزار (٣٧٠٠٠)، متحدہ صوبوں میں اکاون ہزار (٥١٠٠٠) اور پنجاب میں اعداد شمار اکیس ہزار (٢١٠٠٠) ہے۔ جس میں ہر ایک کے مقابلے میں سب سے پہلے صوبے کی بالغ خواتین کا ایک فیصد برما جہاں خواتین کی حیثیت مختلف ہے اس کے برعکس تضاد پایا جاتا ہے۔ بالغ خواتین کی آبادی میں سے تقریباً پانچ فیصد انفرادی طور پر ہیں۔ یہ نتیجہ بڑی حد تک اس حقیقت کی وجہ سے ہے کہ اگر برما (بالا) میں خواتین کی ایک بڑی تعداد (تھاٹاموڑا) جو کہ غیر زرعی اشیاء پر ٹیکس ادا کرتی ہیں تو ٹیکس گھر کی اشیاء پر لاگو ہیں اور بحیثیت خاندان اس کی ادائیگی ووٹ دینے کے لئے اہلیت سمجھا جاتا ہے۔ (٢٣)

سائمن کمیشن رپورٹ کے مطابق ہندوستان کا پریس ایکٹ

١٩٢٠ کے بعد ہندوستانی سیاست اور عوامی آزادی اظہار کی ترقی میں ہندوستانی پریس، یعنی ہندووں پریس نے اہم کردار ادا کیا۔ ہندوستانی اخبار دو طبقات میں منقسم تھے۔ ایک انگریزی اور دوسرے علاقائی کے علاوہ، دیگر دوسری زبانوں میں بھی شائع ہوتے تھے۔ (٢٤)

موثر اخباروں کی بدولت ان پڑھ لوگ، پڑھے لکھے لوگوں کی وجہ سے ان خبروں کو سن لیتے ہیں۔ جیسے ریلوے اسٹیشن، ریل کے ڈبوں اور اس کے علاوہ عوامی مقامات پر خبریں سننے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ (٢٥)

١٩١٩ کی اصلاحات کی بدولت پریس کے خاص قوانین تنسیخ پریس ایکٹ کو حاصل ہوئی۔ اخبارات کی اشتعال انگیزی یعنی، پریس ایکٹ جو کہ ١٩٠٨ اور ١٩١٠ کا بہترین پریس ایکٹ ہے۔ ہندووں نے پریس کے اس قانون میں تنسیخ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے اخبارات کے لیے باضابطہ لائسنس حاصل کیے۔ (٢٦)
اگرچہ اخبارات کی خبروں کی بنیاد پر عوامی رائے کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہوتا ہے، تاہم یہ مخصوص حالات عوام الناس کے سامنے پیش کیے جاسکتے ہیں۔ ہندوستان جیسے ملک میں جہاں عملی طور پر کوئی بھی نشریات نہیں ہے، سیاسی رہنمائی اور بیداری کے لیے یہ چھوٹا سا بہترین ذریعہ ہے۔ (٢٧)

'اقبال بطور ممبر پنجاب مجلس قانون ساز میں

علامہ اقبال شہری اور دیہی امتیازات کے سخت مخالف تھے۔ انتخابات میں کامیابی کے بعد اراکین لیجیلسٹیو کو مشورہ دیا کہ وہ تمام امتیازات سے دور رہتے ہوئے، متحد ہو کر اسلام اور وطن کی خدمت کی طرف توجہ دیں۔ آپ نے دو سال قبل ہی میاں فضل حسین نیشنل یونینسٹ پارٹی کی بنیاد رکھ چکے تھے۔ اس زمانے میں اس کے پس پردہ یہ جذبہ کار فرما تھا کہ مشترکہ معاشی مفادات کی بنیاد پر دیہاتی مسلمان اور دیہاتی ہندو اراکین آپس میں میل جول ہونا چاہیے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر عاشق بٹالوی لکھتے ہیں:
اقتصادی مفاد کے مشترک ہو جانے سے ان دونوں گروہوں میں یگانت اور ہم آہنگی کا پیدا ہو جانا لازمی تھا۔ اس قسم کی یگانگت اس لیے بھی ضروری تھی کہ مسلمان بجائے خود اکثریت میں نہیں تھے۔ اور ایسی پارٹی بنانے سے معذور تھے جو تنہا حکومت چلانے پر قدرت رکھتی ہو۔ جداگانہ نیابت کے اصول کو ملحوظ رکھتے ہوئے سیاسی مسائل اور اقتصادی مفاد کے اشتراک پر کونسل میں محفوظ رکھتے ہوئے سیاسی مسائل اور اقتصادی مفاد کے اشتراک پر کونسل کے مفاد میں کوئی قطعاً معیوب نہیں تھا۔ شہری اور دیہاتی مسلمانوں کے مفاد میں کوئی باہم تصادم نہیں تھا۔ شہری مسلمان غیر زراعت پیشہ ہونے کے باوجود قانون انتقال اراضی کے حامی تھے اور انہیں یہ کسی صورت سے گوارا نہیں تھا کہ دیہاتی مسلمان اس قانون کی حفاظت سے محروم ہو جائیں۔ یا ان کی زمینیں سود در سود کے چکر میں پڑ کر ہندو ساہوکاروں کے قبضے میں چلی جائیں۔ چودھری لال چند کی پارٹی (دیہاتی ہندووں کی پارٹی) بھی اسی اصول کی حامی تھی۔ لہذا صوبے کے وسیع اور مسلمانان پنجاب کے فائدے کے پیش نظر میاں فضل حسین کا یہ اقدام

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

غلط نہیں تھا۔ مقصد بہر طور یہ تھا کہ ہندوؤں کے اس دولت مند طبقے سے جو مختلف ذرائع آمدنی کے علاوہ سرکاری ملازمتوں پر بھی قابض ہو چکا تھا۔ صوبے کے غریب اور پسماندہ آبادی کو محفوظ رکھا جائے۔ فضل حسین اور لال چند کی اس مشترکہ پارٹی کا نام نیشنل یونینسٹ پارٹی رکھا گیا۔ اور کونسل کے شہری مسلمان بطبیب خاطر اس میں شامل ہو گئے۔(۲۸)

علامہ اقبال بھی مسلمانوں کی بھلائی کی خاطر کونسل کے اندر اسی پارٹی میں شامل ہو گئے۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر عاشق بٹالوی لکھتے ہیں:

اقبال ۱۹۲۷ سے ۱۹۳۰ تک پنجاب لیجیسٹو کونسل کے رکن رہے۔ یہ تین سال انہوں نے یونینسٹ پارٹی کے اندر رہ کر اس جماعت کے اندر اسی پارٹی نے پیدا کی تھی۔ اور پھر اس چپقلش نے صوبے کی پوری آبادی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ اقال سے یہ تمام باتیں پوشیدہ نہ رہ سکتی تھیں۔ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ اقبال ایسے بلند پایہ مفکر، فلسفی اور شاعر کو صوبے کی لیجسلیٹیو کونسل میں نہیں ہون چاہیے تھا۔ یہ اعتراض اپنی جگہ درست ہے، لیکن میری ناچیز رائے ہے کہ اگر اقبال کونسل کے اندر بیٹھ کر یونینسٹ پارٹی کے طرز عمل کو بہ چشم ملاحظہ نہ کرتے تو شاید ان کے ہاتھوں وہ کارنامہ سرانجام نہ پاسکتا۔ جو قدرت نے ان کی زندگی کے آخری دو برسوں میں ان کے لیے مقرر کر رکھا تھا۔

ووٹروں کی کل تعداد بارہ ہزار تھی۔ یہ بظاہر کم معلوم ہوتی ہے لیکن انگریز کے زمانے میں بالغوں کے حق رائے دہی کا اصول نہیں چلتا تھا۔ ووٹروں کے لیے تعلیمی یا مالیاتی اوصاف ضروری تھی۔ اس لیے آبادی کے ایک چھوٹے سے طبقے کو ووٹ دینے کا حق حاصل تھا۔ ان میں سے اڑسٹھ فی صد لوگوں نے اپنے ووٹ کا استعمال کیا۔ علامہ کو پانچ ہزار چھ سو پچھتر ووٹ ملے اور ان کے حریف سے تین ہزار ایک سو ستر ووٹ زیادہ لیے۔ اس طرح لوگوں نے برادری کے امتیاز کو ختم کر کے اعلی سیاسی شعور کا ثبوت فراہم کیا۔ انتخاب کا نتیجہ سنا تو لوگوں کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں تھی۔ رضاکاروں کا جلوس آگئی فوج اقبالی کا ترانہ گاتا علامہ اقبال کے دولت کدے پر پہنچا۔ لوگوں نے خوشی میں آکر انہیں کندھوں پر اٹھالیا۔ علامہ نے ان کا شکریہ ادا کیا۔(۲۹)

جب میاں فضل حسین پنجاب میں اپنی حکومت بنانے لگے تو انہیں چالیس فیصد مسلمان اراکین کی حمایت حاصل تھی، جو کہ ناکافی تھی۔ انہوں نے اپنی حکومت بنانے کے لیے پنجاب کے ہندو جاٹ اراکین کو اپنے ساتھ ملا کر یونینسٹ پارٹی قائم کرلی۔ اور دیہی علاقہ جات کے کاشت کاروں کی فلاح و بہبود کے لیے کام کرنا شروع کر دیا۔ ان کے ترقیاتی کام کانگریسی اور مہاسباہی ذہنیت کو بالکل نہیں بھاتے تھے۔(۳۰)

مرزا جلال الدین لکھتے ہیں: اقبال کونسل میں گئے تو اس کی کارروائیوں سے انہوں نے اسی بے رخی سے کام لیا، جو ان کا معمول تھا۔ اس میں ان کے متعلق طرح طرح چہ میگوئیاں ہونے لگیں اور ان پر غیر عملی اور تساہل پسند ہونے کا الزام دیا جانے لگا۔ اول تو اقبال ان معنوں میں عملی انسان ہی نہ تھے کہ وہ زبان سے جن خیالات کا اظہار فرماتے، جھٹ ان پر عمل کر کے دکھادیتے۔ دوسرے، کسی شاعر کے قول و عمل میں تطابق کچھ اتنا ضروری بھی نہیں۔ تیسرے، ڈاکٹر صاحب محض اپنے آپ کو عملی ثابت کرنے کے نیت سے بے رخی کا الزام سراسر زیادتی پر مبنی ہے۔ کیوں کہ اگر ۱۹۲۷ سے ۱۹۳۰ تک کی کونسل کی روئیداد کا احتیاط سے مطالعہ کیا جائے تو نتیجہ بالکل برعکس نظر آئے گا۔(۳۱)

ایک پارلیمانی مقرر کی حیثیت سے اقبال کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ مفکر اور فلسفی کی طرح ہر مسئلے پر پہلے تحقیق کرتے تھے، اور اس کے بعد اپنا مدعا پیش کرتے تھے۔ مثال کے طور پر انکم ٹیکس کے حصول پر مالیہ کی تشخیص کے مسئلے کو لے لیں، اس کا آغاز پاکستان میں ۱۹۷۷ سے ہوا، جب کہ اقبال اس مسئلے پر نصف صدی پہلے تجویز پیش کر چکے تھے۔ جب حکمران طبقے نے یہ دلیل پیش کی کہ زمین کی ملکیت مملکت کی ہوتی ہے، تو اس پر مالیہ کی تشخیص بطور انکم ٹیکس لاگو نہیں کی جا سکتی۔ اقبال نے اس نظریے کو چیلنج کرتے ہوئے کہا، نہ تو قدیم ہندوستان میں اور نہ ہی مغلیہ دور میں بادشاہوں نے یہ دعوی کیا ہے کہ وہ تمام اراضی کے مالک ہیں۔

ہمیں بتایا جاتا ہے کہ مغل اپنے حقوق کے دعوے دار تھے لیکن پنجاب کے لوگ تو باہر کی نسل کی آمد سے بہت پہلے زمینوں کے مالک تھے، جس سے یہ ناقابل تردید سبق حاصل ہوتا ہے کہ تاج آتے ہیں، اور جاتے ہیں۔ اور صرف عوام غیر فانی ہوتے ہیں:

سکندر رفت و شمشیر و علم رفت
خراج شہر و گنج کان و یم رفت

امم رااز شہاں پایندہ تر داں
نمی بینی کہ ایراں ماند و جم رفت (۳۲)

۱۹۲۸ میں پنجاب کونسل میں مذکورہ مسئلہ پھر زیر بحث آگیا۔تب بھی اقبال نے اس کی مخالفت کی اور کہا: یورپی مصنفین میں سے سب سے پہلے فرانس کے مصنف پیرون نے ۱۷۷۷ میں اس نظریئے کو جھٹلایا تھا جب کہ ۱۸۳۰ میں بر گرز نے اعلی پیمانے میں اس کی تحقیق کی اور اپنی کتاب من وسرتی میں اسلامی قوانین اور ہندوستان کے مختلف حصوں کے دستور اور روایات کا تجزیہ کیا۔وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ تاریخ ہندوستان میں کبھی بھی کوئی ایسا زمانہ نہیں گزرا جس میں اراضی کی ملکیت کا دعوی کیا گیا ہو۔یہ نظریہ صرف لارڈ کرزن کے عہد میں کچھ عرصہ قبل ٹیکسیشن کمیٹی کی رپورٹ میں شائع ہوا۔اس سے میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ یہ نظریہ بالکل بے بنیاد ہے۔(۳۳)

کونسل کے بعض اراکین نے تجویز پیش کی کہ اس مسئلے کو جانچنے کے لیے ایک انکوائری کمیشن روس بھیجا جائے۔تاہم اس کے جواب میں علامہ اپنی بحث کو ان الفاظ میں سمیٹا:
اس ملک میں پنجاب میں چھوٹے چھوٹے زمین دار موجود ہیں، وہ مالک تو ہیں، لیکن دو دو بیگھے یا دو دو کنال اراضی کے۔وہ عملا مزارعین ہیں۔ لیکن اس کے باوجود بھی ملکیت کے حق کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

مالیہ پر تشخیص پر انکم ٹیکس کے حوالے سے اقبال نے سادہ الفاظ میں حکومت کے جواز یوں دیا:
جب تک حکومت کی جیب میں دھرتی کے وہ تمام کاشت کار موجود ہیں، جو شدید محبت کرتے سے مٹی کو سونا بناتے ہیں، تو اسے پارس پتھر کی کیا ضرورت ہے۔اور اگر یہ دلیل درست ہے تو میں کہوں گا کہ مالیے کے نئے نظام سے جو خسارہ ہو اسے دوسرے طریقوں سے پورا کیا جائے۔ نظم و نسق کا خرچ گھٹایا جائے۔ترقیات پہ کم روپیہ صرف کیا جائے۔کیوں کہ یہ لفظ تو بڑا باوقار ہے۔لیکن اس سے ہمیں ابھی تک کچھ حاصل نہیں ہوا۔اسی طرح خسارے کو پورا کرنے کے لیے حکومت ہند سے زر امداد حاصل کیا جا سکتا ہے۔(۳۵)

سائمن کمیشن نے اپنی مرتب کردہ رپورٹ کے حصہ اول میں مالی ذرائع کے اختصاص کے بارے میں بیان کیا ہے
صوبوں کے لیے قانون سازی اور انتظامی شعبے کے لیے نشان دہی کرنے کے علاوہ، اصلاحاتی آئین نے صوبائی مالیاتی صوبے کے امن پر اثر انداز کے مرکزی اسباب پر رپورٹ جاری کی اور صوبائی حکومت کے مسائل کو مکمل طور پر ختم کرنے کا کچھ طریقہ تلاش کیا۔دوبارہ اس مقصد کو (Rules) کی طرف سے حاصل کیا جا رہا ہے جو آمدنی کی صورتیں، جیسے صوبائی حکومتوں پر الکوحل شراب پر آمدنی اور پیداوار، جبکہ روایتی اور آمدنی ٹیکس، مثلاً مرکزی آمدنی کے ذرائع ہیں۔(۳۶)
۱۹۳۰ میں پنجاب کی معاشی صورت جب انتہائی خراب ہو گئی تو اقبال نے کہا: موجودہ نظام کو برقرار رکھتے ہوئے خسارے کے بجٹ کو فرقہ وارنہ فسادات بھوک اور قرضے اور بے روزگاری کو برداشت کیا جائے۔دوسرا موجود نظام کو جڑ سے اکھاڑ دیا جائے۔تیسرا، اخراجات کو کم کیا جائے۔اگر ہم آرام دہ زندگی گزارنا چاہتے ہیں تو اس نظام کو ہی ختم کر دیا جائے۔بے روزگاری کے خاتمے کے لیے صنعتوں کا قیام بالخصوص پارچہ بافی اور جوتے بنانے کی صنعتوں کو فروغ دیا جائے۔

کونسل میں تعلیم کے مسئلے پر اقبال کا موقف

تعلیم کے سلسلے میں اقبال نے کہا اس قانون کو لازمی لاگو کیا جائے، مسلمانوں کے خلاف جو بے انصافی ہو رہی ہے، اس کو دور کیا جائے۔ مثلاً، ۱۹۲۲، ۱۹۲۳ میں ۵۵ سکولوں کو جو گرانٹ ملی اس میں سے سولہ سکول مسلمانوں کے تھے۔ ۱۹۲۹ کو جو اکیس سکولوں کو جو گرانٹ ملی اس میں سے ۱۳ سکول ہندوؤں کے تھے، ۶ سکھوں کے اور دو مسلمانوں کے تھے۔(۳۷)

سرکاری آسامیوں پر کونسل میں اقبال کا موقف

جولائی ۱۹۲۷ میں سردار عجل سنگھ نے کونسل میں یہ قرارداد پیش کی کہ آئندہ تمام سرکاری آسامیاں کھلے مقابلے سے پر کی جائے۔ اور جہاں مقابلہ نہ ہو سکے، وہاں بلا تمیز مذہب وملت زیادہ تعلیمی اوصاف رکھنے والوں کو ترجیح دی جائے گی۔ اس قرارداد کے پیچھے محرک یہ تھا کہ مسلمان تعلیمی حالت اچھی نہیں تھی۔ اور ان کی کامیابی یقینی نہیں تھی۔ اقبال نے اس کے خلاف آواز اٹھائی۔ اقبال کھلے مقابلے کے مخالف نہیں تھے۔ تاہم مسلمانان پنجاب کے مخصوص حالات کو دیکھتے ہوئے وہ چاہتے تھے کہ وہ پہلو بہ پہلو انتخابی نامزدگی کی بھی گنجائش رکھی جائے۔ تاکہ پسماندہ طبقات اس سے بے دخل نہ ہوں۔ قرارداد کے حق میں تقریر کرتے ہوئے کچھ غیر مسلم اراکین نے اس بات پر زور دیا کہ اس سے متحدہ قومیت کو تقویت ملے گی۔ علامہ نے کہا:

میں نے نہیں جانتا کہ ایک قوم بننا پسندیدہ بھی ہے یا نہیں۔ یہ ایک ایسی چیز ہے کہ جس کو رد بھی کیا جاسکتا ہے۔ بہ ہر حال فرض کیجیے کہ ایک قوم بننا پسندیدہ ہے تو میں کہوں گا کہ اس سے پہلے اس ملک کے مختلف فرقوں میں باہمی اعتماد پیدا ہو۔ اس وقت حالت یہ ہے کہ فرقے ایک دوسرے پر اعتماد نہیں کرتے۔ جب ہم آپس میں ملتے ہیں تو قومیت کی بات کرتے ہیں اور نوع انسان سے محبت کا ذکر کرتے ہیں۔ ابھی چند روز پہلے میرے ایک دوست ان دو ہندو شرفا کی گفتگو سنی۔ ایک نے دوسرے سے پوچھا: اب ہماری پالیسی کیا ہونی چاہیے۔ دوسرے نے کہا: زبان پر قوم پرستی کے الفاظ ہوں لیکن اصل میں اپنے فرقے کے حقوق پر نظر رکھی جائے۔(۳۸)

سائمن کمیشن رپورٹ کے مطابق مسلمان اور سکھ مذہب کے لوگ آبادی کا دو تہائی حصہ ہیں۔ وہ ذات پات کو پنجابی ہندوؤں کے درمیان تسلیم نہیں کرتے۔ اس سے زیادہ ذات پات کی بلندیوں کو کہیں اور زیادہ واضح نہیں کیا گیا۔ پنجاب میں چمڑے کا کارکن جو کسی دوسرے پیشے کا خواہاں ہو وہ یقینی طور پر سماجی پیمانے پر خود کو آگے لے جاسکتا ہے۔ ایسے طبقات ہیں جو سماجی طور پر ان کی اجارہ داری پر خوش نہیں ہیں۔ لیکن ایسے طبقات بھی ہیں جو سماجی طور پر اپنے پیشے سے بددل ہیں۔ لیکن سیاسی مسئلہ کسی اور جگہ بے شمار ذات پات کی وجہ سے نہیں ہے۔(۳۹)

لاہور کے ہندو مسلم فسادات پر اقبال کا موقف

لاہور کے ہندو مسلم فسادات پر اقبال نے افسوس کا اظہار کیا اور فریقین کے درمیان رسمی کارروائی کے بجائے سنجیدہ کارروائی پر زور دیا۔ انہوں نے انتباہ کیا: ہم اصل میں خانہ جنگی کی حالت میں ہیں۔ اگر اسے ختم کرنے کے لیے سخت اقدامات نہ کیے گئے تو سارے صوبے کی فضا زہر آلود ہو جائے گی۔ منافرت پھیلے گی، جس سے ماحول متاثر ہو گا۔

انہوں نے تجویز پیش کی کہ مختلف فرقوں کی ایک گول میز کانفرنس بلائی جائے جس میں حکومتی نمائندوں کی شمولیت ہو تاکہ وہ اس کانفرنس کے ذریعے اس تناؤ کو دور کرنے کے لیے تجاویز دیں۔(۴۰)

بندش شراب اور قانون اسلحہ کی تحریک

اس تحریک کا پس منظر یہ تھا کہ سکھوں کو تو از روئے مذہب اور قانون کرپان رکھنے کی اجازت تھی۔ جس سے وہ ہر وقت مسلح رہتے تھے، جب کہ مسلمان نہتے تھے۔ اقبال نے مطالبہ کیا کہ کم از کم مسلمانوں کو تلوار رکھنے کی اجازت دی جائے۔

غلط لٹریچر پر پابندی

پنجاب میں اس زمانے میں ہندو مسلم فسادات کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ بعض لوگ ایسا لٹریچر چھاپ دیتے تھے کہ جس سے ایک دوسرے کے مذہبی پیشواؤں پر سخت جملے کہے اور لکھے جاتے تھے۔ اقبال نے سفارش کی کہ اس بابت قانون کا نفاذ کیا جائے تاکہ یہ معاملات سر نہ اٹھا سکیں اور معاشرے میں ہیجان پیدا نہ ہو۔(۴۱)

طب یونانی اہمیت پر زور

JAHAN E TAHQEEQ
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

اقبال نے طب مغرب کے مقابلے میں طب مشرق پر بہت زور دیا کیوں کہ ان کے خیال میں یہ زود اثر اور سستہ علاج تھا۔ اس سلسلے میں انہوں نے ۱۹۲۸ میں مغرب کے مقابلے میں طب مشرق کے حق میں ایک بھرپور تقریر کی۔

بد قسمتی سے ابھی تک پاکستان میں طب مشرق کو وہ مقام نہیں دیا جا رہا ہے اور نہ ہی اس طرف کوئی سوچتا ہے۔ حکیم سعید مرحوم نے طب مشرق کو طب مغرب کے اصولوں پر دنیا کے سامنے پیش کیا۔ راقم کے خیال میں طب مشرق کو طب مغرب کی طرح دنیا کے سامنے پیش کیا جائے تا کہ مملکت خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ارزاں نرخوں پر ادویات فراہم ہو سکیں۔

۱۹۲۷ میں مشہور عالم دین مولانا عرفان کو پولیس نے برے طریقے سے زخمی کیا۔ علامہ نے اس مسئلے پر پولیس کے بہیمانہ سلوک پر احتجاج کیا۔ پولیس کے تسلی بخش جواب نہ ملنے پر آپ نے اس مسئلے کو کونسل میں اٹھایا۔ اسی سال لاہور میں رنگ محل کے محلے میں ایک ہندو قتل ہو گیا۔ حکام نے تعزیری چوکی بٹھا دی اور اس کا خرچہ اہل محلہ پر ڈال دیا۔ علامہ حکام سے ملے، کونسل میں سوال بھیجا، جس کے نتیجے میں تعزیری چوکی اٹھالی گئی۔(۴۲)

پارلیمانی مقرر کی حیثیت سے آپ وسیع مطالعے کے بعد کسی مسئلے کو زیر بحث لاتے اور اپنی تقریروں میں کبھی اشعار اور مزاحیہ اشارے بھی شامل کرتے تھے۔ مالیہ کی تشخیص پر انکم ٹیکس کا حصول لاگو کرنے کی تجویز جب زیر بحث تھی، تو سر فضل حسین ایک ایگزیکیٹو کونسل برائے مال نے اہم نکتے کی تشریح کی اور رکن پر چھوڑ دی۔ علامہ اقبال نے کہا کہ یہ تو وہی ہوا: چور نالوں پنڈ کالی۔۔۔

ایک رکن نے پوچھا: چور کون ہے؟ علامہ نے کہا خود ہی سمجھ لیجیے۔ میاں فضل کا موقف تھا کہ تجویز پر عمل کرنے کی صورت میں لگان جیسا ننھا بچہ موت کے گھاٹ اتر جائے گا۔

علامہ نے کہا کہ پیدائش سے پہلے اگر کسی بچے کا پتا چل جائے تو اس کا کردار اچھا نہیں ہو گا، تو اس کی ہلاکت میں کوئی مضائقہ نہیں۔

متحدہ قومیت کے بارے میں اقبال نے فرمایا:

متحدہ قومیت کی گفتگو بے سود اور شاید عرصے تک بے سود ہی رہے۔ پچھلے پچاس سال سے یہ الفاظ لوگوں کی زبان پر ہیں۔ ہی چیز ایک مرغی کی طرح کڑکڑاتی تو بہت رہتی ہے، لیکن انڈا ایک نہیں دیا۔

اقبال یونینسٹ پارٹی سے متاثر تھے یا نہیں؟

اس کا سادہ جواب یہ ہے کہ اقبال کی علمی و ادبی قدر و منزلت بہت بلند تھی۔ اقبال علمی طور پر ایک آزاد رکن تھے۔ جو کسی پارٹی کے زیر اثر رہ کر کچھ نہیں کہا۔ ان کا شروع سے آخر تک مسلمان ہند اور پنجاب کی ترقی کے لیے ان کا مقصد کسی سے ڈھکا چھپا نہیں تھا۔ اس بات کی گواہی ان کی پارلیمانی تقاریر میں آسانی سے مل جاتی ہے۔ انہوں نے یونینسٹ پارٹی سے اسی لیے الگ کر دیا گیا کہ وہ ایک آزاد فکر کے مالک تھے۔ اس کی شہادت ہمیں میاں فضل حسین کے فرزند میاں عظیم حسین اپنے باپ کی سوانح میں یوں فراہم کرتے ہیں:

سر فضل حسین نے یہ تجویز کی کہ کونسل کے سپیکر چودھری شہاب الدین کی معیاد صدارت ختم ہونے کے بعد یونینسٹ پارٹی علامہ اقبال کو سپیکر منتخب کر لے۔ لیکن چونکہ علامہ نے پارٹی کی پالیسی پر تنقید کر کے اور اخباروں میں اس کے خلاف لکھ کر اس کی ہم دردی کھو دی تھی۔ اس لیے یونینسٹ پارٹی کی اکثریت نے ان کو کونسل کا سپیکر منتخب کرنے سے انکار کر دیا۔

۱۔ محمد رفیق افضل، گفتارِ اقبال، ادارہ تحقیقات پاکستان، دانشگاہ پنجاب لاہور، طبع اول، جنوری ۱۹۶۹ء، ص
۲۔ محمد رفیق افضل، گفتار اقبال، ادارہ تحقیقات پاکستان دانش گاہ پنجاب لاہور، جنوری ۱۹۶۴ئ، ص ۱۴، ص ۱۵
۳۔ سائمن کمیشن، ص، ۶۶۔۶۵
۴۔ سائمن کمیشن رپورٹ ۱۶۵۔۱۶۶
۵۔ سائمن کمیشن رپورٹ
۶۔۔ سائمن کمیشن رپورٹ
۷۔ محمد رفیق افضل، گفتار اقبال، ادارہ تحقیقات پاکستان دانش گاہ پنجاب لاہور، جنوری ۱۹۶۴ئ، ص ۱۴، ص ۱۵

۸۔ محمد رفیق افضل، گفتار اقبال، ادارہ تحقیقات پاکستان دانش گاہ پنجاب لاہور، جنوری ۱۹٦٤ئ، ص ١٤، ص ١٥

۹۔ ظہور احمد چوہدری، پنجاب میں برادریوں کی سیاست، ۱۹٤۷۔۲۰۰۲، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ وثقافت، مرکز فضیلت، قائد اعظم یونیورسٹی، ۲۰۱۳، ص ۳۳٦

۱۰۔ ظہور احمد چوہدری، پنجاب میں برادریوں کی سیاست، ۱۹٤۷۔۲۰۰۲، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ وثقافت، مرکز فضیلت، قائد اعظم یونیورسٹی، ۲۰۱۳، ص ۳۳٦،

۱۲۔ محمد احمد خان، اقبال کا سیاسی کارنامہ، اقبال اکادمی لاہور پاکستان، ۱۹۷۷ء، ص ۸۳۔۸٤

۱۵۔ پروین وزینہ، جمعیت علمائے ہند، جلد دوم، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ وثقافت، مرکز فضیلت قائد اعظم یونیورسٹی نیو کیمپس اسلام آباد، ۲۰۱٦ئ، ص ٦٦۳

۱٦۔

Indian Statory Commission, Vol I, Calcutta, Government of India Central Publication branch, 1930, Page 54 ۵۸)

۱۷۔

۱۸۔ ظہور احمد چوہدری، پنجاب میں برادریوں کی سیاست، قومی ادارہ برائے تحریک، تاریخ وثقافت، مرکز فضیلت قائد اعظم یونیورسٹی، اسلام آباد، ۲۰۱۳ئ، ص ۱۲

۱۹۔

۲۲۔

ndian Statory Commission, Vol I, Calcutta, Government of India Central Publication branch, 1930, Page 65-66

۲۳۔ SIMON COMMISSION REPORT, VOL I, 190

۳٤۔ SIMON COMMISSION REPORT, VOL I, 190، p 261,62،

۲۵۔ SIMON COMMISSION REPORT, VOL I, 190، p 261,62،

۲٦۔ SIMON COMMISSION REPORT, VOL I, 190، p 261,62،

۲۷۔ SIMON COMMISSION REPORT, VOL I, 190، p 261,62،

۲۸۔ ڈاکٹر عبد السلام خورشید، سرگذشت اقبال، اقبال اکیڈمی لاہور، ۱۹۷۷، ۲۰۹، ۲۱۰

۲۹۔ ڈاکٹر عبد السلام خورشید، سرگذشت اقبال، اقبال اکیڈمی لاہور، ۱۹۷۷، ۲۰٦

۳۰۔ ظہور احمد چوہدری، پنجاب میں برادریوں کی سیاست، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ وثقافت، مرکز فضیلت، قائد اعظم یونیورسٹی، اسلام آباد، ۲۰۱۳، ص ٤۹

۳۱۔ ڈاکٹر عبد السلام خورشید، سرگذشت اقبال، اقبال اکیڈمی لاہور، ۱۹۷۷، ۲۱۱

۳۲۔ ڈاکٹر عبد السلام خورشید، سرگذشت اقبال، اقبال اکیڈمی لاہور، ۱۹۷۷، ۲۱۱۔۲۱۲

۳۳۔ ڈاکٹر عبد السلام خورشید، سرگذشت اقبال، اقبال اکیڈمی لاہور، ۱۹۷۷، ۲۱۱۔۲۱۲

۳٤۔ ڈاکٹر عبد السلام خورشید، سرگذشت اقبال، اقبال اکیڈمی لاہور، ۱۹۷۷، ۲۱۳، ۲۱٤

۳۵۔ Page 125-126 سائمن کمشن رپورٹ

۳٦۔ ۳٤۔ ڈاکٹر عبد السلام خورشید، سرگذشت اقبال، اقبال اکیڈمی لاہور، ۱۹۷۷، ۲۱۳، ۲۱٤

۳۷۔ ڈاکٹر عبد السلام خورشید، سرگذشت اقبال، اقبال اکیڈمی لاہور، ۱۹۷۷، ۲۱٦۔۲۱۷

۳۸۔ ڈاکٹر عبد السلام خورشید، سرگذشت اقبال، اقبال اکیڈمی لاہور، ۱۹۷۷، ۲۱۷۔۲۱۸

۳۹۔ ڈاکٹر عبد السلام خورشید، سرگذشت اقبال، اقبال اکیڈمی لاہور، ۱۹۷۷، ۲۱۷۔۲۱۸